ششماہی

مجلّہ

فیکلٹی علوم اسلامیہ و عربی

جلد: ۴ شمارہ: ۱۱ ۱۹۹۸-۹۹

جامعہ پشاور

پاکستان

طلاق ثلاثہ قرآن وسنت کی روشنی میں

ڈاکٹر شمس البصر

استنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

اسلامیہ یونیورسٹی بھاولپور

طلاق کے معنی "الطلاق فی اللغة حل الوثاق"[۱]۔ عقدہ کھولنے کے ہیں چنانچہ کہاجاتا ہے۔ "اطلقت الناقة فطلقت ای حل عقالها"[۲]۔ اونٹنی کو کھول دیا گیا تو وہ آزاد ہوگئی یعنی اس کی رسی کھل گئی۔

طلاق اور اطلاق "کو حبس" کی ضد بھی قرار دیا گیا ہے "الطلاق والاطلاق ضدالحبس وهو التخلية بعداللزوم والامساك"[۳]۔ طلاق اور اطلاق حبس (روکنے) کے برعکس ہیں اور اس سے مراد باہم ملنے کے بعد ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرنے کے ہیں جبکہ شریعت میں طلاق کا اصطلاحی نام اس عمل کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کے ذریعے شوہر اپنی بیوی سے مستقل طور پر علیحٰدہ ہوجاتا ہے۔

وقوع کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں:

۱- طلاق مسنونہ ؛ اور

۲- طلاق بدعی

۱- **طلاق مسنونہ**: اس طلاق کو کہتے ہیں جوکہ تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق ہو۔ مسنونہ طلاق کے اثرات دو طرح کے ہوسکتے ہیں:

أ- ایک یا دو طلاقیں (جن کے ساتھ بائن کا لفظ استعمال نہ ہو) دوران عدت رجعی ہوتی ہیں اور بعداز انقضائے عدت اس میں تجدید نکاح کے ذریعے میاں

بیوی آپس میں پھر سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوسکتے ہیں۔

ii- ایک دو طلاقیں (جن کے ساتھ بائن کا لفظ استعمال ہوا ہو) فوری طور پر بائن ہوجاتی ہیں اور دوران عدت رجعی نہیں رہتی البتہ عدت ختم ہونے کے بعد تجدید نکاح کے ذریعے میاں بیوی پھر سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوسکتے ہیں۔

۲- **طلاق بدعی:** اس طلاق کو کہتے ہیں جو تعلیمات نبوی ﷺ کے خلاف دی جائے۔ بدعی طلاق کے اثرات دو طرح کے ہوسکتے ہیں:

i- ایک یا دو طلاقیں دوران حیض دی گئیں ہوں اگرچہ یہ طریقہ غیر مسنون ہے۔ پھر بھی طلاق واقعی ہوگی۔ چاہے ایک ہو یا دو۔

ii- ایک یا دو طلاقیں اس طہر میں دی گئیں ہوں جس میں میاں بیوی میں مقاربت ہوچکی ہو یہ طلاق بھی واقع ہوگی چاہے ایک ہو یا دو۔

iii- تین طلاقیں یا تو بیک وقت لفظ تین کے ساتھ یا پھر ایک ہی نشست میں تین الگ الگ الفاظ میں ہوں۔ شرعی اصطلاح میں اسے طلاق بائن کبریٰ بھی کہاجاتا ہے اور طلاق مغلظہ بھی۔ چاہے دورانِ حیض دی جائیں یا اس طہر میں جس میں مقاربت ہوئی ہو۔ یا اس طہر میں جس میں مقاربت نہ ہوئی ہو۔ ان تمام صورتوں میں یہ مغلظہ ہوگی۔ یہی طلاق دورانِ عدت رجعی نہیں رہتی اور نہ ہی عدت کے بعد اس میں تجدید نکاح کی گنجائش ہوتی ہے۔

وقوع طلاق:

طلاق صریح الفاظ سے واقع ہوتی ہے۔ اور کنایہ سے بھی۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ صریح طلاق میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ جبکہ کنایہ میں نیت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ طلاق از راہ مذاق ہو یا حالت سنجیدگی میں، ہر دو صورتوں میں واقع ہوجاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثلاث جدھن جدوھذلھن جد،النکاح والطلاق والرجوع))(۴)

ترجمہ: "تین امور ایسے ہیں جو حقیقت اور مذاق دونوں حالتوں میں حقیقت ہی سمجھے جاتے ہیں، نکاح، طلاق اور رجعت"۔

یہ اس صورت میں جب طلاق کے الفاظ صریح ہوں اور اگر طلاق کے الفاظ صریح نہ ہوں تو بغیر نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی۔

شافعی فقہ کے مشہور فقیہہ امام شیرازی فرماتے ہیں:

"اذا قال لامراتہ انت علی حرام و نوی بہ الطلاق فھو طلاق لانہ یحتمل التحریم بالطلاق وان نوی بہ الظھار فھو ظھار.... ولا یکون ظھار ولا طلاق من غیر نیۃ لانہ لیس بصریح فی واحد منھما و ان نوی تحریم عینھا لم تحرم لما روی سعید بن جبیر قال جاء رجل الی ابن عباس فقال انی جعلت امراتی علی حراماً قال کذبت لیست علیک بحرام ثم تلا یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک"(۵)۔

ترجمہ: "اگر کسی مرد نے بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور نیت طلاق کی کی تھی تو طلاق واقع ہوگی اس لئے کہ اس میں طلاق کے ذریعے حرمت کا احتمال ہے اور اگر اس کے ذریعے ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے۔ لیکن بغیر نیت کے نہ تو طلاق ہے اور نہ ظہار۔ اس لئے کہ یہ لفظ دونوں میں سے کسی ایک کے لئے بھی صریح طورپر استعمال نہیں ہوتا۔ اور اگر عین بیوی کے حرام ہونے کی نیت کی تو وہ اس پر حرام ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ اس سلسلے میں سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کردیا تو اس نے فرمایا کہ وہ تم پر حرام نہیں ہوئی پھر اس نے قرآن کریم کی آیت "یا ایھا النبی ...." تلاوت فرمائی۔ یعنی اے نبی ﷺ تم ان چیزوں کو اپنے اوپر کیوں کر حرام قرار دیتے ہو جو تمہارے لئے اللہ نے حلال قرار دی ہیں۔

درج بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کے لئے صریح اور کنایہ دونوں

کے الفاظ میں فرق ہے۔ طلاق اگر صریح الفاظ سے ہو تو فوری طور پر واقع ہوگی جبکہ غیر صریح الفاظ کے استعمال کی صورت میں بغیر نیت کے واقع نہ ہوگی۔

اسی طرح صریح اور غیر صریح صرف لفظ طلاق تک محدود نہیں بلکہ اس کا اطلاق تعداد طلاق پر بھی ہوتا ہے۔ اگر تعداد طلاق کے سلسلے میں تین، دو، ایک کا لفظ صریح ہو تو وہی سمجھا جائے گا جس کی صراحت ہوگی۔

طلاق قرآن کریم میں:

ارشاد خداوندی ہے: "الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان"(۶)۔

ترجمہ: "طلاق دو مرتبہ (رجعی) ہے (دو کے بعد) یا تو معروف طریقے سے رکھنا ہوگا۔ یا پھر احسان کے ساتھ چھوڑنا ہوگا۔

۔ اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تین طلاقوں کی انتہائی صورت بیان کی گئی ہے اس میں "امساک" کا لفظ رجوع کے لئے اور "تسریح" کا تیسری طلاق کے ذریعے بیوی کو چھوڑنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر اس مفہوم کے علاوہ مقصود ہوتا تو یہاں "امساک" اور "تسریح" دونوں الفاظ نہ آتے۔ اسی طرح یہ آیت تین طلاقوں کے مجموعی اختیار کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر تین طلاقوں کے مجموعی اختیار کے علاوہ کوئی اور مقصود ہوتا تو پھر "مرتان" کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

اسلام سے پہلے عربوں میں دستور چلا آرہا تھا کہ آدمی اگر ہزار بار بھی طلاق دیتا اور ہر بار عدت گذرنے سے پہلے رجوع کرتا تو ایسا کرسکتا تھا۔ اسلام نے یہ طریقہ کار تبدیل کیا "الطلاق مرتان" والی آیت کا شان نزول یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اسی جاہلی دستور کے مطابق اپنی بیوی کو طلاق دی اور جب عدت گذرنے کے قریب آئی تو رجوع کرلیا اس کے بعد پھر طلاق دی اور کہا بخدا میں تجھے ایسے ہی الجھائے رکھوں گا۔ بغیر اس کے کہ تجھے اپنے قریب کروں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان" نازل فرمائی اور حق رجعت

کو صرف پہلی دو طلاقوں تک محدود کردیا(۷)۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

"ولا تمسکوھن ضرارا لتعدوا"(۸)۔

ترجمہ: "اور ان کو ستانے کی نیت سے مت روکے رکھو تاکہ تم زیادتی کرو"۔

ایک اور شانِ نزول یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نہ تم کو بساؤں گا اور نہ جدا کروں گا کہ کسی اور جگہ چلی جاؤ۔ بیوی نے کہا کہ کیسے؟ کہا تجھے طلاق دے دوں گا اور جب عدت ختم ہوجانے لگے گی تو رجوع کرلوں گا اور برابر ایسا ہی کرتا رہوں گا۔ اس عورت نے حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر کیا اس وقت تو وہ خاموش رہیں لیکن رسول اللہ ﷺ جب گھر تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے بھی اس وقت اس کا کوئی جواب نہ دیا بعد میں آیت "الطلاق مرتان" نازل ہوئی اور قدیم طریقہ طلاق بند ہوگیا(۹)۔

اہل جاہلیت عورت کو طلاق دے کر عدت کے دوران رجوع کرتے اور عورت کو تکلیف دینے کے لئے طلاق اور رجوع کا سلسلہ یکے بعد دیگرے جاری رکھتے ابو موسیٰ اشعریؓ عربوں کی اس عادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ماحال احدکم یلعب بحدود اللہ یقول قد طلقت و قد راجعت"(۱۰)۔

ترجمہ: "تم میں سے اس شخص کا کیا حال ہے جو حدود اللہ سے کھیلتا ہے کبھی کہتا ہے میں نے طلاق دی اور کبھی کہتا ہے کہ میں نے رجوع کیا"۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت طلاق عربوں کو طلاق کے متعلق تعلیم دینے اور اس وقت کے مروجہ طریقہ طلاق کی منسوخی کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ "دورِ جاہلیت میں طلاق مرد کے ہاتھ میں کھلونا تھی جب چاہتا طلاق دیتا جب چاہتا رجوع کرلیتا۔ اس طرح عورت کو معلق رکھ کر عذاب دیا جاتا"(۱۱)۔

ابن عربی اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

"وذلك لان الجاهلية كانت تطلق و ترد ابداً فبين الله تعالیٰ ان الرد انما یکون فی تطلیقتین"(۱۲)۔

ترجمہ: "اور یہ کہ اہل جاہلیت طلاق اور رجوع کا سلسلہ ہروقت جاری رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ رجوع دو طلاقوں تک ہی ہو سکے گا"۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

"ثبت ان اهل الجاهلية لم يكن عندهم للطلاق عدد فانزل الله هذه الاية بيان لعدد الطلاق الذی للمرء فيه ان ترتجع دون تجديد مهر وولی ونسخ ماكانوا عليه"(۱۳)۔

ترجمہ: "یہ تو معلوم ہے کہ اہل جاہلیت کے ہاں طلاق کی کوئی حد نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (آیت طلاق) طلاق کی تعداد بیان کرنے کے لئے نازل فرمائی۔ جس میں مرد کو بغیر تجدید نکاح اور مہر اور ولی کے اپنے سابقہ نکاح میں رجوع کا حق حاصل رہے گا۔ اور جو کچھ وہ کرتے رہے اس کو منسوخ کردیا۔

اس پس منظر میں اسلام نے طلاق کا جو طریقہ کار متعارف کرایا وہ کیا ہے؟ اس حوالے سے ذیل میں دو سوالات کا جائزہ پیش خدمت ہے:

۱۔ کیا "الطلاق مرتان" کی روشنی میں ایک جملے میں لفظ "تین" کے ساتھ طلاق دینے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ یا ایک طلاق واقع ہوگی یا پھر کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہوگی؟

۲۔ کیا بیک وقت تین متفرق کلمات میں طلاق، طلاق، طلاق کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی یا اس سے ایک طلاق واقع ہوگی یا پھر کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہوگی؟

بیک وقت لفظ "تین" کے ساتھ طلاق یا بیک وقت الگ الگ کلمات میں طلاق، طلاق، طلاق کہنے سے متعلق امت میں تین نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔

پہلا طبقہ طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع کا قائل ہے:

اگرچہ طلاق ثلاثہ سے کسی قسم کی طلاق کے عدم وقوع کی رائے رکھنے والے امت میں انتہائی کم ہیں پھر بھی اس کا تذکرہ اہمیت سے خالی نہیں۔

ظاہر یہ ایک ساتھ تین طلاقوں کے عدم وقوع کے قائل ہیں:

"و یحکی عن داؤد ظاھری انہ لا یقع"(۱۴)۔

ترجمہ: "داؤد ظاہری کے نزدیک (تین طلاقیں) واقع نہیں ہوتیں"۔

صحابہ کرام میں سے سعید بن المسیب کا قول بھی عدم وقوع کا ہے:

"وعن سعید بن المسیب وجماعۃ من التابعین ان من خالف السنۃ فی الطلاق فاوقعہ فی حیض او ثلاث لم یقع"(۱۵)۔

ترجمہ: "سعید بن المسیب اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک جس نے مسنون طلاق کے برعکس حیض میں طلاق دی یا تین طلاقیں ایک ساتھ دیں تو واقع نہیں ہوں گی"۔

اسی طرح شیعہ امامیہ کے نزدیک خلاف سنت طلاق واقع ہی نہیں ہونی چاہئے طلاق ثلاثہ ہو، طلاق بحالت حیض ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں مقاربت ہوئی ہو(۱۶)۔

حافظ ابن القیم کا ایک نکتہ نظریہ بھی ہے فرماتے ہیں:

"ان جمع الثلاث محرم و بدعۃ والبدعۃ مردودۃ"(۱۷)۔

ترجمہ: "یہ کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام اور بدعت ہیں اور بدعت مردود ہے"۔

آگے چل کر وہ فرماتے ہیں:

"وسائر ما تقدم فی بیان التحریم یدل علی عدم وقوعھا جملۃ"(۱۸)۔

ترجمہ: "اور تحریم کے بیان میں وہ تمام جو اوپر گزر چکا ہے وہ مجموعی طور پر طلاق کے عدم وقوع پر دلالت کرتا ہے"۔

وہ اپنے دعویٰ کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں:
((من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد))[۱۹]۔

ترجمہ: "جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کی ہماری طرف سے اجازت نہ ہو تو وہ مردود ہے"۔

طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع کے قائلین قرآن کریم کی آیت "الطلاق مرتان" ہی کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طلاق دو مرتبہ ہے چونکہ تین کا لفظ قرآن کریم میں نہیں اس وجہ سے "تین" سے طلاق واقع ہی نہیں ہوتی اگر یہی دلیل مان لی جائے تو طلاق مسنون تو پھر دو طلاقیں ہوئیں۔ نہ کہ ایک یا تین۔ کیونکہ قرآن کریم میں ذکر تو دو طلاقوں کا ہے نہ کہ ایک طلاق کا۔

دوسری آیت یہ پیش کی جاتی ہے:

﴿و إذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف﴾[۲۰]۔

ترجمہ: "جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو اور وہ عدت کو پہنچیں تو ان کو یا تو معروف طریقے سے بساؤ یا پھر معروف طریقے سے چھوڑ دو"۔

ان کے بقول اس آیت میں بھی تین طلاقوں کے ایک ساتھ دینے کا ذکر نہیں اس لئے ان کی رائے ہے:

"ومن طلق ثلاثاً فی کلمة فلا یلزم اذ ھم غیر مذکور فی القرآن"[۲۱]۔

ترجمہ: "جس نے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو وہ واقع نہیں ہوں گی اس لئے کہ اس کا ذکر قرآن میں نہیں"۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الگ الگ طلاق دینے کا تذکرہ قرآن کریم میں نہیں تو کیا الگ الگ طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔ اسی طرح ایک طلاق دے کر چھوڑنا اور عدت تک انتظار کرنے پر سنت کا اطلاق کیسے ہوسکتا ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کی آیت "الطلاق مرتان" کے مفہوم کا تعلق ہے۔ تو کیا "مرتان" سے دو ایک ساتھ

طلاقیں مراد لی جائیں گی یا "مرة بعد مرة" یعنی یک بعد دیگرے دو طلاقیں مراد ہوں گی؟ اسی طرح قرآن کریم میں نہ تو یکمشت تین طلاقوں کا تذکرہ ہے اور نہ الگ الگ تین کا، نہ دوران حیض ایک، دو یا تین الگ الگ یا ایک ساتھ کا نہ طہر میں مقاربت کے بعد ایک دو تین کا۔ ایسی صورت میں طلاقوں کی الگ الگ حیثیت کیا ہوگی؟

طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع کا نقطہ نظر قرآن و سنت، تعامل صحابہ اور مسلمانوں کے عام عمل کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ طلاق ثلاثہ کا قرآن کریم میں واضح طور پر نہ ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ اس کا وجود ہی نہیں ایسے بہت سارے امور ہوتے ہیں جو ذکر نہ ہونے یا غیر مشروع ہونے کے باوجود اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔

جبکہ طلاق ایک حلال عمل ہے اس لیے اس کی اجازت شریعت نے دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((ابغض الحلال الی اللہ عز و جل الطلاق))(۲۲)۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال امور میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل طلاق کا ہے"۔

"ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین"(۲۳)۔

ترجمہ: "یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں"۔

فضول خرچی کا غیر مشروع ہونا قرآن سے ثابت ہے اسی وجہ سے فضول خرچی کی غیر مشروعیت سے مال لٹانے والا اس مال کا مالک نہیں رہ سکتا۔ جو اس نے لٹایا ہو (یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس کا وہ غیر مشروع عمل نہ ہونے کے مترادف قرار دیا جائے)۔

اس کے برعکس طلاق ایک مشروع عمل ہے اب اگر طلاق دینے والا (جس کا اسے اختیار حاصل ہے) غیر مشروع طریقے سے تین طلاقیں دے دیتا ہے تو وہ ان تین طلاقوں کا مالک کیوں کر رہ سکتا ہے؟

احادیث میں سے حدیث مخرمہ کو خصوصی طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ کچھ اس

طرح سے ہے:

"واخبرنا مخرمة عن ابيه قال سمعت محمود بن لبيد قال اخبر رسول اللهﷺ : عن رجل طلق امراة ثلث تطليقات جمعا فقام عضبانا ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم حتى قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله"(۲۴)

ترجمہ: "مخرمہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے محمود بن لبید کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہﷺ کو ایک شخص کے بارے میں اطلاع دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو رسول اللہﷺ غصے میں کھڑے ہوگئے پھر فرمایا کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ میری موجودگی ہی میں کھیلا جا رہا ہے اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہوکر کہا یا رسول اللہﷺ: کیا میں اس شخص کو قتل نہ کروں؟"۔

یہ روایت صرف ایک ہی ہے کہ اس میں کہیں سے بھی یہ مترشح نہیں ہوتا کہ رسول اللہﷺ نے اس طلاق کو رد کردیا ہو اس کے عدم وقوع کا حکم جاری فرمایا ہو۔ فقہی قاعدہ یہ ہے کہ مسئلہ کی وضاحت کا اگر موقوع ہو تو یہ بات شارع سے بعید ہے کہ وہ اس کی وضاحت نہ کرے پھر رسول اللہﷺ کی ذمہ داری ﴿لتبین للناس مانزل الیھم﴾(۲۵) "لوگوں کے لئے نازل شدہ احکامات کی وضاحت کرے" کی ہے۔ اس لئے عدم وقوع طلاق کا استدلال کہاں سے کیا جاسکتا ہے؟۔

حدیث ابن عمرؓ کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بحالت حیض اپنی بیوی کو طلاق یا طلاقیں دیں اور حضرت عمرؓ نے اس معاملہ کو رسول اللہﷺ کے پاس اٹھایا۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ((مرہ فلیراجعھا)) اسے حکم دو کہ وہ اسے (بیوی کو) رجوع کرے(۲۶)۔ اس رجوع کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ اسے طلاق ہوئی ہے۔ ورنہ رجوع کی جگہ عدم وقوع کے بارے میں بھی کیا جاسکتا تھا۔ اس وجہ سے طلاق کے عدم وقوع میں ثبوت کے لحاظ سے کوئی قوت نہیں۔ جبکہ حدیث مخرمہ سے عدم وقوع کے استدلال کے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت

عویمر العجلانیؓ، حضرت رفاعہؓ اور فاطمہ بن قیسؓ والی احادیث سے طلاق بدعت ثابت ہے چاہے حالت حیض میں ہو یا تین والی ہو۔

جہاں تک ناجائز اعمال کا تعلق ہے تو ایسے بہت سارے امور میں جن کو شارع نے ناجائز تو قرار دیا ہے لیکن ان کے اثرات کو بھی تسلیم کیا ہے۔ مثلاً ناجائز قتل اسلام نے حرام قرار دیا ہے تو کیا کہا جاسکتا ہے کہ قتل کے ارتکاب کے بعد قتل قتل نہیں ہوگا۔ اسی طرح شراب پینا، زنا کاری اور دوسرے مختلف ناجائز امور، ان تمام کے بتسلیم کرنے سے مفر نہیں البتہ اس میں اثرات کے اعتبار سے وہ امور آسکتے ہیں جن کو شارع نے مستثنیٰ قرار دیا ہو جیسے فاترالعقل اور بچے کی طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔

دوسرا طبقہ طلاق ثلاثہ کو ایک رجعی طلاق مانتا ہے۔

اس نقطہ نظر کے سرخیل حافظ ابن القیم اور امام ابن تیمیہ بتائے جاتے ہیں اور کچھ لوگ ان کی رائے کی پیروی بھی کرتے ہیں حالانکہ بعض کے نزدیک حافظ ابن القیم اپنے سابقہ قول سے رجوع کرچکے ہیں۔

ان کے بقول بیک وقت تین طلاقیں قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

ان کے نزدیک ﴿الطلاق مرتان﴾ اور ﴿إذا طلقتم النسآء﴾ میں طلاق دینے کا ایسا طریقہ بتایا گیا ہے۔ جس میں طلاق دینے کے بعد رجوع کا حق باقی رہے۔ ان آیات کے علاوہ اس سلسلے میں چند احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں۔

۱- ((عن ابن عباس قال طلق رکانة امراته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها حذنا شدیدا فساله رسول اللهﷺ کیف طلقتها؟ قال طلقتها ثلاثا فقال فی مجلس واحد؟ قال نعم: قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت، فراجعها))(۲۷)۔

ترجمہ: ”حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اس کے بعد اس کو شدید رنج ہوا اس نے اس سلسلے میں رسول اللہﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے کس

طرح طلاق دی تو اس نے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ایک ہی مجلس میں؟ اس نے کہا ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ایک طلاق ہوئی۔ اگر چاہو تو رجوع کرلو تو اس نے رجوع کرلیا"۔

دوسری حدیث حضرت عمرؓ سے متعلق ہے:

۲- ((عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول اللہ ﷺ و ابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لهم فیه اناة فلوا مضیناه علیهم فامضاه علیهم))(۲۸)۔

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں اور حضرت عمرؓ کے خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقیں ایک تھیں پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس کام میں لوگوں کے لئے غوروخوض کا موقع دیا گیا تھا۔ اس میں انہوں نے عجلت اختیار کرنی شروع کردی ہے تو کیوں نہ ہم اس کو ان کے اوپر نافذ کردیں تو انہوں نے نافذ کردیا"۔

تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ والی ہے:

۳- ((عن الزبیر قال سالت ابن عمر عن رجل طلق امراته ثلاث وهی حائض فقال لی اتعرف ابن عمرؓ قلت نعم قال طلقت امراتی ثلاثا علی عهد رسول اللہ ﷺ (وهی حائض) فردها رسول اللہ ﷺ الی السنة))(۲۹)۔

ترجمہ: "حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق ثلاثہ دے ابن عمر نے فرمایا کیا تم ابن عمر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا میں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تین طلاقیں دیں جبکہ وہ حائضہ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے سنت کی طرف لوٹا دیا"۔

محمود بن لبید والی حدیث جس میں اس شخص کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے

سامنے کیا گیا جس نے یکمشت تین طلاقیں دی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے غصہ ہو کر فرمایا: ((ایلعب بکتاب اللہ و انابین اظهرکم)) "کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں"۔ اس حدیث سے ایک ہی چیز کی وضاحت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طریقے کو ناپسند فرمایا۔ طلاقوں کا عدم نفاذ یا تین کو ایک قرار دینا آخر کہاں سے مستنبط ہوتا ہے؟

جو آیات اور احادیث طلاق ثلاثہ کو تین کی بجائے ایک طلاق کے لئے دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ ان سے اس قسم کے استدلال کی کیا اہمیت ہے؟ ذیل میں ان کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ ﴿الطلاق مرتان﴾ والی آیت کی تعبیر تو "دو" ہی کی ممکن ہے۔ ایک یا تین کی اس میں بظاہر کوئی گنجائش نہیں اس وجہ سے معروف تو دو طلاقیں ہی ہوئیں۔ اگر کوئی شخص بیک وقت، چاہے یکمشت یا الگ الگ، دو طلاقیں اپنی بیوی کو دے دیتا ہے۔ تو کیا وہ "دو" طلاقیں "دو" واقع ہوں گی یا ایک؟ اگر جواب یہ ہو کہ دو واقع ہوجاتی ہیں تو پھر یقیناً جو آدمی ایک یا تین طلاقیں اسی انداز سے دیتا ہے وہ بھی واقع ہوجاتی ہوں گی۔ لیکن اگر جواب ایک ساتھ دو طلاقوں کے عدم وقوع کا ہو یا ایک طلاق کے وقوع کا ہو تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ دو طلاقیں کیوں واقع نہیں ہوں گی۔ "الطلاق مرتان" سے ایک طلاق کا استدلال کرنا آیت کے سیاق و سباق سے ہٹ کر اس لئے کہ لفظ "مرتان" دو کا تقاضا کرتا ہے۔ "ایک" یا "تین" کا نہیں۔ جس طرح "مرتان" سے "تین" مراد لینا ممکن نہیں اسی طرح کوئی اور عدد بھی ممکن نہیں۔

رہا سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ تو یہ واجب نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو فرمایا:

((امسك عليك زوجك))(۳۰)۔ "اپنی زوجہ کو اپنے ساتھ رکھ"۔

لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اگر یہ فرمان واجب ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔

اسی طرح جمعہ کو آذان کے بعد خرید و فروخت کی باقاعدہ ممانعت آئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿إذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع﴾(۳۱)۔

ترجمہ: "جب جمعہ کی نماز کے لئے آذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے دوڑو اور خرید و فروخت ترک کردو"۔

اب اگر منع شدہ عمل باطل نہیں ٹھہر سکتا تو اس کے مقابلے میں وہ عمل جس کی ادائیگی کے لئے ایک خاص طریقہ اختیار کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اگر وہ عمل اس خاص طریقے سے ادا نہ ہو تو کیا وہی عمل باطل ٹھہر سکتا ہے یا پھر اگر باطل ٹھہرتا ہے تو پھر جزوی طور پر کیوں؟

جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جو تین کی بجائے ایک کے وقوع پر دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں محدثین کے نزدیک وہ تمام ایک طلاق کے وقوع پر حجت نہیں ہوسکتیں۔

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ والی حدیث دو طرح سے مروی ہے۔ ایک روایت میں حالت حیض میں تین طلاقوں کا تذکرہ ہے اور دوسری روایت میں حالت حیض میں ایک طلاق کا ذکر ہے۔ یہاں اس حدیث کی وضاحت کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاسکتی ہے۔

دورانِ حیض طلاق دینا غیر مسنون ہے اور تین طلاقیں ایک ساتھ دینا بھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رجوع کا حکم دوران حیض طلاق دینے کی وجہ سے تھا یا تین طلاقیں ایک ساتھ دینے کی وجہ سے یا پھر ان دونوں وجوہات کی بناء پر؟

اگر خلاف سنت عمل کا بطلان مقصود تھا تو نہ دورانِ حیض طلاق ہوسکتی تھی اور نہ ایک ساتھ تین طلاقوں کا وقوع۔ اگر مقصد یہ تھا کہ دونوں سے متعلق واضح کیا

جائے کہ غلط ہیں تو حیض کی وجہ سے تو حکم واضح ہے لیکن یکمشت تین طلاقیں نظر انداز دکھائی دیتی ہیں۔ حالانکہ یہ فقہی قاعدے کے خلاف ہے کہ جب کسی واقعہ کا صدور ہو اور وہ وضاحت طلب ہو تو رسول اللہ ﷺ خاموش نہیں رہ سکتے۔ جہاں تک خاموش رہنے کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ کا خاموش رہنا سنت تقریری میں داخل ہے۔

شیعہ امامیہ بھی طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع کے قائل ہیں۔ اگرچہ ابن عمرؓ کی طلاق ثلاثہ والی حدیث کے اکثر راوی شیعہ ہیں لیکن وہ اس حدیث پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھتے ہی نہیں ان کے نزدیک طلاق بدعی چاہے حالت حیض میں ہو، یکمشت تین ہوں یا مباشرت والے طہر میں ہوں، کوئی بھی واقع نہیں ہوتی(۳۲)۔ اس وجہ سے ہم یہاں یہ رائے رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث سے تین کی بجائے ایک رجعی طلاق کا استدلال چند افراد کی رائے ہے۔ اور اسی حوالے سے منفرد ہے۔

جہاں تک دوسری روایت کا تعلق ہے جو کہ حضرت نافعؒ سے مروی ہے۔ جس کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی اس پر محدثین اور ائمہ کی غالب اکثریت کا اتفاق ہے۔

دوسری حدیث حضرت رکانہ والی ہے یہ بھی مختلف طرق سے مروی ہے ایک. روایت تو وہ ہے جس کے مطابق حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور حضور ﷺ نے اسے رجوع کرنے کا کہا تھا اسی روایت کے بارے میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

"واما حدیث رکانة فقیل: انه حدیث مضطرب منقطع لا یستند من وجه یحتج به"(۳۳)۔

ترجمہ: "جہاں تک حدیث رکانہ کا تعلق ہے تو کہا گیا ہے کہ یہ مضطرب اور منقطع ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہے"۔

حضرت رکانہ سے متعلق دوسری روایت کچھ اس طرح ہے:

"عن الزبير بن سعید عن عبداللہ بن یزید بن رکانة وهو فی قرية فاتیته فسالته فقال حدثنی ابی عن جدی انه طلق امراته البتة فاتی النبی ﷺ نذکر ذلك فقال ما اردت فقال واحدة قال آللہ قال آللہ قال هو مانویت"(۳۴)۔

ترجمہ: "زبیر بن سعید، عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک بستی میں تھے تو میں اس کے پاس گیا اور اس سے پوچھا! اس نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے دادا کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ (قطعی) دی تو نبی ﷺ کے پاس گئے اور اس کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا اس سے کیا ارادہ تھا۔ تو اس نے کہا ایک طلاق کا فرمایا بخدا؟ اس نے کہا بخدا تو پھر فرمایا یہ وہی ہوگی جس کی تم نے نیت کی"۔

اس قسم کی دوسری روایت کا مضمون اس سے ملتا جلتا ہے:

"ان رکانة ابن عبد یزید طلق امراته سهيمة المزنية البتة فاخبر النبی ﷺ بذلك فقال واللہ مااردت بها الا واحدة فردها اليه رسول اللہ ﷺ فطلقها الثانية فی زمان عمر بن الخطاب والثالثة فی زمان عثمان"(۳۵)۔

ترجمہ: "رکانہ بن عبد یزید کہتے ہیں کہ اس نے اپنی بیوی سہیمہ المزنیہ کو طلاق بتہ (قطعی) دی پھر میں نے اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دی اور کہا بخدا میرا ارادہ صرف ایک ہی طلاق دینے کا تھا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس زوجہ کو اس کی طرف لوٹایا پھر اس نے دوسری طلاق حضرت عمرؓ کے زمانے میں اور تیسری حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دی"۔

ان روایات کا مجموعی جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تمام روایات تین طلاقوں کے وقوع کی تائید میں پیش کی جانے والی تو ہوسکتی ہیں مخالفت میں نہیں۔

جبکہ امام ترمذی اور امام بخاری اس حدیث کو مضطرب قرار دیتے ہیں(۳۶)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کہیں "طلقها ثلاثا" کہیں "طلقها واحدة" اور کہیں "طلقها البتة" آیا ہے۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ والی حدیث کے راویوں میں سے آٹھ ایسے راوی ہیں۔ جو ان سے اس روایت کے خلاف تین طلاقوں کے وقوع کا مسلک بیان کرتے ہیں(۳۷)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مسلک تین طلاقوں سے متعلق بالکل واضح ہے:

"ان سعید ابن جبیر و مجاهد و عطاء و عمرو بن دینار و مالك بن الحویرث و محمد بن ایاس بن البکیر و النعمان بن ابی عیاش رو واعن ابن عباس فیمن طلق امرأته ولا ینکحها الا بعد زوج"(۳۸)۔

ترجمہ: "حضرت سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، عمرو بن دینار، مالک بن حویرث، محمد بن البکیر اور نعمان بن ابی عیاش حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آدمی کے بارے میں جس نے طلاق ثلاثہ دی فرمایا کہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے بائن ہوگئی اور دوسرے شخص سے نکاح کے بعد ہی وہ اس سے نکاح کرسکتے ہیں"۔

اسی طرح مفتین عظام کے بارے میں ہے:

"واتفق ائمة الفتوی علی لزوم ایقاع الطلاق الثلاث فی کلمة واحدة"(۳۹)۔

ترجمہ: "فتویٰ کے اماموں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یکمشت تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں"۔

ابو داؤد نے نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علیؓ بن یزید بن رکانہ کی روایات کو نقل کرکے کہا ہے:

"اصح لانهم ولد الرجل، و اهله اعلم به"(۴۰)۔

ترجمہ: "یہ صحیح ترین ہیں اس لئے کہ وہ مذکورہ شخص کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے اہل و عیال اس سلسلے میں زیادہ جانتے ہیں"۔

اسی طرح ابو داؤد نے نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ کے نسب کی تصریح بھی کی ہے(۴۱)۔

جہاں تک حدیث رکانہ کے الفاظ کا تعلق ہے تو ایک طرف "الثلثة" اور دوسری طرف "البتة" کے الفاظ آئے ہیں۔ اہل علم یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ان دونوں میں کتابت کے اعتبار سے کافی حدتک مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس حوالے سے عین ممکن ہے کہ نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی والی روایات مضمون کے لحاظ سے ایک ہی ہوں۔

تیسرا پہلو طلاق ثلاثہ کا حضرت عمرفاروقؓ سے متعلق ہے۔ عبداللہ بن عباس کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو ایک کی بجائے تین قرار دیا تھا۔ گھر میں حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ ان کے سامنے ہے وہ اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دیتے ہیں اس واقعہ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لے جایا جاتا ہے۔ اور وہاں سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ طلاقیں تین واقع نہیں ہوئی پھر بھی حضرت عمرؓ جب خود فیصلہ کرتے ہیں تو سنت رسول کے خلاف فیصلہ صادر کردیتے ہیں کیا حضرت عمرؓ کی شخصیت اور ان جیسے باعمل شخص کے حوالے سے ایسا ممکن ہے؟ حالانکہ ان کا مجموعی عمل اس کے برعکس ہے حضرت عمرؓ کے عمل کا اگر درج ذیل آیت کے حوالے سے جائزہ لیا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"فلا و ربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت"(۴۲)۔

ترجمہ: "تمہارے رب کی قسم مومن نہیں ہوسکتے اس وقت تک جب تک اپنے تنازعات میں آپ ﷺ کو حکم نا ٹھہرائیں اور پھر آپ کے فیصلے سے متعلق اپنے دلوں میں (کسی بھی قسم کی) تنگی محسوس نہ کریں"۔

حضرت عمرؓ تو اس آیت کا عملی مصداق تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک یہودی اور منافق کے جھگڑے میں جب منافق نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے بعد حضرت عمرؓ کو

فیصلہ کرنے کے لئے کہا تو آپ نے بلا تأمل تلوار نکالی اور اس کا کام تمام کردیا(۴۳)۔
بھلا ایسے شخص سے خلاف سنت عمل کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے خواہ اس عمل کی توجیہ کچھ بھی کی جائے۔

اس وقت کے مشہور مفتیوں میں حضرت عمرؓ بذات خود، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ ان میں سے کثرت سے فتویٰ دینے والے حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ تھے(۴۴)۔

کیا یہ ممکن ہے کہ خلاف شرع کوئی کام ہورہا ہوگا۔ اور صحابہ کرام اس سلسلے میں خاموش رہیں؟

تیسرا طبقہ طلاق ثلاثہ کے قائلین کا ہے:

ان کے مطابق خداوند تعالیٰ نے مرد کو اپنی بیوی سے علیحدہ ہونے کے لئے تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے۔ جس کا تذکرہ قرآن کریم کی آیت ﴿الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان﴾ میں کیا گیا ہے۔ اس میں طلاق کے استعمال کے بعد "امساک" (رجوع) اور اگر رجوع نہ ہو تو "تسریح" (چھوڑنے) کا تذکرہ ہے۔

انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

"قال رجل للنبی ﷺ: انی اسمع اللہ تعالیٰ یقول (الطلاق مرتان) فأین الثالثۃ؟ قال (امساک بمعروف أو تسریح باحسان) ھی الثالثۃ"(۴۵)۔

ترجمہ: "ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا میں سنتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ "الطلاق مرتان" فرماتا ہے تو تیسری طلاق کہاں ہے؟ فرمایا "امساک بمعروف أو تسریح باحسان" ہی تیسری ہے"۔

اس کی مزید وضاحت عدت والی آیت سے ہوتی ہے طلاق عدت کے حوالے

سے دینے سے متعلق ارشاد ہوا:

﴿إذا طلقتم النسآء فبلغن اجلهن فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف﴾ (۴۶)۔

ترجمہ: ”جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو یا تو معروف طریقے سے ساتھ رکھو (یعنی رجوع کرو) یا پھر معروف طریقے سے ان سے جدائی اختیار کرو (یعنی عدت کو ختم ہونے دو)“۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿فاذا بلغن أجلهن فامسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف ...... ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾ (۴۷)۔

ترجمہ: ”پھر جب وہ (مطلقہ عورتیں) اپنی عدت گذرنے کے قریب پہنچ جائیں تو تم کو اختیار ہے کہ ان کو قاعدہ کے مطابق نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے مطابق ان کو علیحدہ کرو اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (اس مشکل سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی) طریقہ نکال دیتا ہے“۔

یہاں آیت کے آخر میں ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾ کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ضابطے کے مطابق طلاق دیتا ہے تو اس کے لئے راستہ نکالنے کی گنجائش ہے اور جو ایسا نہیں کرتا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

﴿يا ايها النبى إذا طلقتم النسآء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم﴾ (۴۸)۔

ترجمہ: ”اے نبی ﷺ جب تم (لوگ) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے اوقات پر طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے“۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا جاتا ہے:

"نزلت فی عبداللہ بن عمر، طلق امراتہ حائضا تطلیقۃ واحدۃ فامرہ رسول اللہ ﷺ بان یراجعھا ثم یمسکھا حتی تطھر و تحیض ثم تطھر فاذا اراد ان یطلقھا فطلقھا حین تطھر من قبل ان یجامعھا فتلک العدۃ التی امراللہ ان یطلق لھا النسآء"(۴۹)۔

ترجمہ: "یہ (محولہ بالا) آیت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سلسلے میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنی بیوی کو دوران حیض ایک طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اس سے رجوع کریں اور طہر آنے تک اسے ساتھ رکھیں پھر حیض آئے پھر پاک ہو پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طلاق دیں اس طہر میں جس میں مقاربت نہ ہو تو یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے مطابق طلاق دی جائے"۔

اسی آیت میں آگے تعلیمات کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے طلاق دینے کے متعلق ارشاد ہوا:

﴿وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا﴾(۵۰)۔

ترجمہ: "یہ سب اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود (احکام) ہیں جس شخص نے ان (حدود) احکامات الٰہی سے تجاوز کیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ کیا معلوم شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی راہ پیدا فرمادیں"۔

آیت ہذا طلاق کے مجوزہ طریق کار سے ہٹ کر ایک سے زائد طلاقوں کو اپنے اوپر ظلم قرار دے رہی ہے اور وجہ یہ بیان کی جا رہی ہے کہ طلاق اگر رجعی ہو تو اس بات کا امکان ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے آپس میں نباہ والا کوئی راستہ نکال لے۔

اسی طرح آیت کا ظاہری مفہوم اس غیرمقررہ طریقہ کو اپنے اوپر ظلم قرار دے رہا ہے۔ اسی میں "ظلم نفسہ" کا تین طلاقوں کے علاوہ اور کیا مفہوم نکل سکتا ہے؟

طلاق ثلاثہ کا ثبوت حدیث رسول اللہ ﷺ سے :

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے طلاق ثلاثہ کے بارے میں پوچھا گیا:

۱- "عن مجاهد قال قد كنت عند ابن عباسؓ فجاء ه رجل فقال انه طلق امراته ثلاثا قال فسكت حتى ظننا انه رادها اليه ثم قال يتطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس وان الله جل ثناء ه قال: ومن يتق الله يجعل له مخرجاً وانك لم تتق الله فلا اجدلك مخرجاً عصيت ربك و بانت منك امراتك"(۵۱)۔

ترجمہ: "حضرت مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ اس نے تین طلاقیں اپنی بیوی کو دیں تو وہ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ اس نے اس کی طرف واپس کیا پھر انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص احمق بنتا ہے اور اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہے۔ پھر اے ابن عباسؓ پکارتا ہوا آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے لئے (کوئی نہ کوئی) راستہ نکال لیتے ہیں چونکہ تم نے خدا سے خوف نہیں کھایا لہذا میں تمہارے لئے کوئی راستہ نہیں پاتا تمہاری زوجہ تم سے بائنہ ہو چکی ہے اور تم گناہ کے مرتکب ہوئے ہو"۔

ایک اور روایت کچھ اس طرح سے ہے:

۲- "عن عبدالله بن عباسؓ انه سئل عن رجل طلق امراته مائة تطليقة: قال عصيت ربك بانت منك امراتك لم تتق الله فيجعل لك مخرجا ثم قرأ ﴿يا ايها النبى اذا طلقتم النسآء فطلقوهن......﴾"(۵۲)۔

ترجمہ: "ابن عباسؓ سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ جس نے اپنی زوجہ کو سو طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے فرمایا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور

تمہاری بیوی تم سے بائنہ ہوگئی تم اللہ سے نہیں ڈرے تا آنکہ وہ تمہارے لئے کوئی راستہ نکال دیتے۔ پھر ابن عباسؓ نے آیت "یا ایھا النبی......" تلاوت کی"۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی بات کی تائید اسی آیت سے ہوجاتی ہے ارشاد ہے:

﴿ذالکم یوعظ بہ من کان منکم یؤمن باللہ والیوم الآخر ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا﴾(۵۳)۔

ترجمہ: "یہ نصیحت ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے (پریشانیوں) سے نکلنے کا راستہ نکال لے گا"۔

بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو طلاق کے معاملے میں اللہ سے نہیں ڈرا اس کے لئے رجعت کا راستہ کھلا رہے۔ اگر طلاق ثلاثہ کو ایک ہی ماننا تھا تو ﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا﴾ کے نزول کا مقصد اور کیا ہوسکتا ہے؟ اور لفظ "مخرج" کا اس کے علاوہ اور کیا مفہوم نکل سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث اس طرح سے بھی مروی ہے:

۳- "عن عبداللہ بن عمر انہ طلق امراتہ تطلیقۃ وھی حائض ثم اراد ان یتبعھا بتطلیقتین اخراوین عند القرئین الباقیین فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ: فقال یا ابن عمر ماھکذا امرا اللہ تبارک و تعالیٰ انک قد اخطأت السنۃ والسنۃ ان تستقبل الطھر فتطلق لکل قرء قال فامرنی رسول اللہ ﷺ فراجعھا ثم قال لی اذا ھی طھرت فطلق عن ذلک او امسک فقلت یا رسول اللہ ﷺ افرایت لو انی طلقتھا ثلاثا کان یحل لی ان اراجعھا قال لا کانت تبین منک و تکون معصیۃ"(۵۴)۔

ترجمہ: "حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ کو بحالت حیض ایک طلاق دی پھر ارادہ کیا کہ باقی دو قروء میں آخری دو طلاقیں دیں تا آنکہ

حضور ﷺ کو اس کی اطلاع پہنچی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے ابن عمرؓ تم نے سنت کے خلاف کیا۔ پھر ان کو اپنی زوجہ سے رجوع کا حکم دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ: اگر میں اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دیتا تو کیا میرے لئے رجوع کرنا حلال ہوتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ تم سے بائنہ ہوجاتی اور یہ عمل معصیت ہوتا"۔

اسی طرح کی اور روایت ہے:

۴- "وکان ابن عمر اذا سئل عن ذلك قال احدهم ان کنت طلقتها ثلاثا فقد حرمت علیك حتی تنکح زوجا غیرك و عصیت الله عزوجل فیما امرك من طلاق امراتك"(۵۵)۔

ترجمہ: "جب عبداللہ بن عمرؓ سے اس سلسلے میں سوال کیا گیا تو کسی ایک کو آپ نے فرمایا اگر تو اسے طلاق دیتا تو وہ تجھ پر حرام ہوجاتی یہاں تک کہ وہ تیرے علاوہ کسی اور سے نکاح کرتی۔ تو نے اپنی بیوی کی طلاق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی"۔

سنن دار قطنی کی ایک روایت ہے:

۵- "ان حفص بن المغیرة طلق امراته فاطمة بنت قیس علی عهد رسول الله ﷺ ثلث تطلیقات فی کلمة واحدة فابانها منه النبی ﷺ لم یبلغنا ان النبی ﷺ عاب ذلك منه"(۵۶)۔

ترجمہ: "حفص بن مغیرہ نے اپنی زوجہ فاطمہ بنت قیس کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دی تو نبی کریم ﷺ نے ان کی زوجہ کو ان سے الگ کردیا۔ ہمیں کوئی ایسی بات نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے برا جانا ہو"۔

اس سلسلے میں ایک اثر اس طرح سے وارد ہوا ہے:

۶- "عن سلمة بن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن عن ابیه ان عبدالرحمٰن بن عوف طلق امراته تماضر بنت الاصبغ الکلبیة وهی ام ابی سلمة ثلاث

تطلیقات فی کلمة واحدة فلم یبلغنا ان احدا من اصحابه عاب ذلک"(۵۷)۔

ترجمہ: "سلمہ بن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی بیوی تماضر بنت الاصبغ الکلبیہ جوکہ ابوسلمہ کی ماں تھیں کو تین طلاقیں دیں ہمیں نہیں معلوم کہ ان کے اصحاب میں سے کسی کو یہ برا لگا ہو"۔

۷- "عن انس قال معاذ بن جبل یقول سمعت رسول اللہ ﷺ: یقول یا معاذ من طلق البدعة واحدة او اثنین او ثلث الزمناہ بدعتہ"(۵۸)۔

ترجمہ: "حضرت انس سے مروی ہے کہ معاذ ابن جبلؓ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے معاذ! جس نے طلاق بدعی دی (چاہے) ایک ہو یا دو ہوں یا تین، ہم اس کی بدعت اس پر لازم کردیں گے۔

حضرت عویمر عجلانیؓ سے متعلق حدیث اختصار کے ساتھ کچھ اس طرح سے ہے:

۸- "فقال یا رسول اللہ ﷺ: ارایت رجلاً وجد مع امراتہ رجلا ایقتلہ فتقتلونہ؟ ام کیف یفعل؟ فقال رسول اللہ ﷺ قد انزل اللہ فیک وفی صاحبتک فاذھب فات بھا قال سھل فتلاعنا و انا مع النا عند رسول اللہ ﷺ فلما فرغا من تلاعنھما قال عویمر کذبت علیھا ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ ﷺ"(۵۹)۔

ترجمہ: "پس اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو پائے اور اسے قتل کردے تو پھر آپ اسے قتل کریں گے یا کیا کریں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے سلسلے میں اللہ کا حکم نازل ہوچکا ہے تو جا اور اسے لے آ۔ حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے لعان کیا اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لوگوں میں تھا جب وہ دونوں ایک دوسرے پر لعان کرنے کے بعد فارغ ہوئے تو حضرت عویمرؓ نے کہا اگر میں نے اسے (اب بھی) ساتھ رکھا تو جھوٹا کہلاؤں گا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے اجراء سے

پہلے اسے تین طلاقیں دیں"۔

۹- "عن سوید بن غفلة قال کانت عائشة الخثعمیة عند الحسن ابن علی فلما قتل قالت لتہنئک الخلافة قال بقتل علی تظھرین الشماتة اذھبی فانت طالق یعنی ثلاثة قال فتلفعت بثیا بها وقعدت حتی قضت عدتها فبعث الیها ببقیة بقیت لها من صداقها وعشرة آلاف صدقة فلما جاء ها الرسول قالت (متاع قلیل من حبیب مفارق) فلما بلغه قولها بکی ثم قال لولا انی سمعت جدی او حدثنی أبی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثا عند الاقراء او ثلاثا مبهمة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره"(۶۰)۔

ترجمہ: "سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ عائشہ الخشعمیہ حسن بن علیؓ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت علیؓ جب شہید ہوئے تو انہوں نے حضرت حسنؓ سے کہا! خلافت مبارک ہو حضرت حسن نے کہا کہ قتل کے اوپر خوشی کا اظہار کر رہی ہو جا تجھے تین طلاقیں۔ (راوی نے بیان کیا ہے) کہ اس نے اپنے کپڑے سمیٹے اور عدت میں بیٹھ گئی عدت کے ختم ہونے پر حضرت حسن نے اس کی طرف باقی مہر اور دس ہزار صدقہ بھیجا جب قاصد اس کے پاس پہنچا تو اس (عورت) نے کہا علیحدہ ہونے والے دوست کی طرف سے قلیل تحفہ ہے جب اس کی خبر ان (حضرت) کو پہنچی تو روئے اور کہا اگر میں نے اپنے نانا سے (یا راوی کہتا ہے کہ کہا میرے والد نے میرے نانا سے) یہ نہ سنا ہوتا کہ جس کسی نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دیں بوقت حیض یا ایک ساتھ تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہتی یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے تو میں اس سے رجوع کرلیتا"۔

طلاق سے متعلق قرآنی آیات "الطلاق مرتان...."، "و إذا طلقتم النسآء...." اور "یا ایها النبی اذا طلقتم النسآء...." پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات زیادہ سے زیادہ طلاق کے طریق کار سے متعلق ہیں امام ابن حزم نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: "قرآن کی یہ آیات ایک یا دو طلاقیں دینے

کے طریقہ کو اختیار کرنے سے متعلق وارد ہوئی ہیں"۔(۶۱)

جہاں تک عبداللہ بن عباسؓ کی اس حدیث کا تعلق ہے جس کے مطابق یکمشت تین طلاقیں عہدرسالت، عہدصدیقیؓ اور خلافت عمرؓ کے ابتدائی دو سال تک ایک ہوتی تھیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تینوں ادوار میں کس کس واقعے میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا گیا تھا؟ کیا عہدرسالت، عہدصدیقی اور عمرفاروق کے ابتدائی دو سالہ خلافت کی کوئی ایک مثال ایسی ہے جو اس کا ثبوت فراہم کرسکے۔ پھر خصوصی طورپر حضرت عمرؓ کے دور کے دو قسم کے فیصلے بھی ہوں گے۔ ایک مخصوص دو سالہ دور اور۔دوسرا دو سال کے بعد کا زمانہ۔

ابتدائی دو سال کے بارے میں کوئی فیصلہ شاید نہ مل سکے۔ حالانکہ ایک طلاق کے ثبوت کے لئے یہ بھی کافی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے جب تین طلاقوں کو تین قرار دے کر سابقہ فیصلوں کے برعکس رائے قائم کی ہوگی۔ تو اس سے بہت سارے مسائل نے جنم لیا ہوگا۔ کیونکہ جو خاتون تین طلاقوں کے بعد پہلے اپنے شوہر کے لئے حلال تھی حضرت عمرؓ کے فیصلے سے فوری طورپر حرام ہوگئی تو صحابہ کرام میں سے یقیناً ایسے کئی ہوں گے جنہوں نے ان کے اس فیصلے پر اعتراض کیا ہوگا۔ اگر حضرت عمرؓ کی قمیض پر اعتراض ہوسکتا ہے جیساکہ مروی ہے:

"عن العتبى قال: بعث الى عمر بحلل فقسمها فأصاب كل رجل ثوب- ثم صعد المنبرو عليه حلة والحلة ثوبان، فقال أيها الناس ألا تسمعون؟ فقال سلمان: لانسمع- فقال عمرلم يا أبا عبدالله؟ قال انك قسمت علينا ثوبا ثوبا وعليك حلة فقال لا تعجل يا أبا عبدالله ثم نادى: يا عبدالله- فلم يجبه أحد فقال يا عبدالله بن عمر فقال: لبيك يا أمير المؤمنين-فقال نشدتك الله، الثوب الذى ائتزرت به أهو ثوبك؟ قال: اللهم نعم قال سلمان فقل الآن نسمع"۔(۶۲)

ترجمہ: "العتبی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے تو انہوں نے ہر ایک آدمی کو ایک ایک کپڑا تقسیم کیا۔ اس کے بعد منبر پر چڑھے

جبکہ خود دو کپڑے لئے ہوئے تھے اور فرمایا: اے لوگو! کیا تم سنتے نہیں ہو؟ تو سلمان فارسیؓ نے جوابا کہا ہم نہیں سنتے حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو عبداللہ کیوں نہیں؟ انہوں (سلمان فارسیؓ) نے کہا کہ ہم پر آپ نے ایک ایک کپڑا تقسیم کیا ہے اور آپ کے پاس (زائد) کپڑا ہے تو انہوں نے کہا۔ اے ابوعبداللہ جلدی مت کرنا پھر آواز دی۔ اے عبداللہ تو کسی نے جواب نہ دیا پھر فرمایا یا عبداللہ بن عمرؓ، انہوں نے کہا ہاں یا امیرالمؤمنین، تو فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جو کپڑا میں نے ازار کے طور پر لیا ہوا ہے۔ کیا یہ آپ کا ہے اس (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) نے کہا۔ ہاں پھر سلمان فارسیؓ نے کہا کہ اب کہو ہم سنتے ہیں۔

اسی طرح خلاف قرآن مہر کے تقرر پر اگر عورت معترض ہوئی۔ چنانچہ روایت ہے:

"عن مسروق قال رکب عمربن الخطاب منبر رسول اللہ ﷺ: ثم قال ایها الناس ما اکثارکم فی صداق النساء، و قد کان رسول اللہ ﷺ واصحابه والصدقات فیما بینهم اربعمائه درهم فما دون ذلك۔ لوکان الاکثار فی ذلك تقوی عند اللہ او کرامة لم تسبقوهم الیها فلا عرض مازاد رجل فی صداق امراة علی اربعمائه درهم ثم نزل فاعترضته امراة من قریش فقالت یا امیرالمؤمنین نهیت الناس ان یزیدوا فی مهر النساء علی اربعمائة درهم؟ قال نعم فقالت اما سمعت ما أنزل اللہ فی القرآن؟ قال وای ذلك؟ اما سمعت اللہ یقول: 'و آتیتم احداهن قنطارا......' قال نعم غفرا، کان الناس أفقه من عمر ثم رجع فرکب المنبر فقال: ایها لناس انی کنت نهیتکم ان تزیدوا النسآء فی صدقاتهن علی اربعمائة درهم فمن شاء ان یعطی من ماله ما احب"(۶۳)۔

ترجمہ: "حضرت مسروق سے مروی ہے کہ عمربن الخطابؓ نے ممبر رسول اللہ ﷺ پر بیٹھ کر کہا، اے لوگو! تم عورتوں کے مہر زیادہ کیوں کر رکھتے ہو۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے آپس کے مہر چارسو درہم سے زیادہ مقرر نہ کرے۔

پھر جب وہ اترے (ممبر سے) تو اس پر قریش کی ایک عورت نے اعتراض کیا اور کہا اے امیرالمؤمنین! کیا آپ نے لوگوں کو منع کیا ہے کہ وہ عورتوں کے مہر چار سو درہم سے زیادہ مقرر نہ کریں؟ انہوں نے فرمایا! ہاں۔ تو پوچھنے لگی کیا آپ نے سنا ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کیا نازل فرمایا ہے فرمایا وہ کیا ہے؟ کہنے لگی کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے ﴿و اتیتم احداھن قنطارا﴾ یعنی ''تم ان میں سے کسی کو ڈھیروں مال دو......' فرمایا ہاں۔ اللہ بخشش فرمائے۔ لوگ عمرؓ سے زیادہ فقیہہ ہیں پھر واپس ہوئے اور منبر پر چڑھ کر کہا اے لوگو! میں نے تمہیں کہا تھا کہ عورتوں کا مہر چار سو درہم سے زیادہ مقرر نہ کرو (اب) جو جتنا چاہے اپنے مال میں سے دے دیا کرے''۔

طلاق کے بعد حلت اور حرمت کا معاملہ تو اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ حضرت عمرؓ کی احتیاط کا عالم تو قرآن و حدیث سے متعلق ان کی درج ذیل روایت سے ہوتا ہے:

''ان عمر بن الخطاب اراد ان یکتب السنن و استشار فیہ اصحاب رسول اللہ فاشار علیہ عامتھم بذلك فلبث شھرا یستخیر اللہ فی ذلك شاکا فیہ ثم اصبح یوما وقد عزم اللہ لہ فقال انی کنت ذکرت لکم من کتاب السنن ما قد علمتم ثم تذکرت فاذا اناس من أھل الکتاب من قبلکم قد کتبوا مع کتاب اللہ کتبا فاکبوا علیھا و ترکوا کتاب اللہ وانی واللہ لا ألبس کتاب اللہ بشیٔ فترك کتابۃ السنن''(۶۴)۔

ترجمہ: ''حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ احادیث قلمبند کرنے کا ارادہ کیا تو اس سلسلے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو ان میں سے اکثر نے انہیں ایسا کرنے کا مشورہ دیا۔ تو وہ اس کے بعد ایک ماہ تذبذب کی حالت میں استخارہ کرتے رہے یہاں تک کہ ایک دن اللہ کی طرف سے ان کے دل میں یہ بات آئی اور کہا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ احادیث لکھنے کی بات کی تھی پھر مجھے یاد آیا کہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگوں نے کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ کچھ لکھا تھا تو وہ اسی پر جھکے اور اللہ کی

کتاب کو انہوں نے چھوڑا۔ قسم خدا کی میں کتاب اللہ کے ساتھ کوئی ملاوٹ نہیں کروں گا اور انہوں نے کتابت حدیث کو ترک کردیا"۔

احادیث کے قبول کرنے کے سلسلے میں احتیاط کا عالم یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کو زیادہ احادیث روایت کرنے سے منع کیا تھا۔ اسی طرح روایات کو جانچنے کے لئے طریقہ کار انہوں نے ہی وضع کیا۔ چنانچہ مروی ہے:

"ھو الذی سن للمحدثین التثبت فی النقل ولما کان یتوقف فی خبرالواحد اذا ارتاب"(۶۵)۔

ترجمہ: "انہوں نے محدثین کے لئے روایت میں جانچ پڑتال اور خبرواحد میں شک کی صورت میں توقف کا طریقہ کار وضع کیا"۔

قرآن و سنت کے حوالے سے اتنی احتیاط کے باوجود بھی کیا ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے قرآن و سنت کے منشاء سے ہٹ کر کوئی ایسی رائے قائم کی ہوگی جو "ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا" کے بنیادی نظریے کے خلاف ہو۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

علامہ ابن القیم کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی اکثریت تین طلاقوں کو ایک قرار دیتی ہے۔

شاید اس کا ثبوت فراہم کرنا مشکل ہو۔ اس کے برعکس اس وقت کے مشہور ترین فقہاء اور مفتیین حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ ہیں۔ ان کی غالب اکثریت سے تین طلاقوں کا وقوع ثابت ہے۔ جہاں تک تین طلاقوں کے ایک ہونے پر اجماع کی بات کا تعلق ہے تو اس کا ثبوت بھی حدیث ابن عباسؓ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ اگر اجماع منعقد ہوا تھا تو ابوبکر صدیقؓ کے دور کی کوئی مثال تو ہوتی۔ اس کا کوئی نہ کوئی ثبوت تو ہوتا۔ اگر اس وقت کے اجماع کو مان لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ حضرت عمرؓ

نے تین طلاقوں کو تین قرار دیا اور اس سلسلے میں کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی تو یہاں بھی اجماع منعقد ہوگیا ہوگا۔

تاریخی اعتبار سے یہ بات زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ اس تاسیسی دور میں حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کے علم و آراء سے استفادہ کرنے کے لئے ان کے مدینہ سے باہر جانے پر پابندی لگائی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس وقت مدینہ صحابہ کرام کا گڑھ بن چکا تھا۔ اگر حضرت عمرؓ نے اتنا اہم فیصلہ کیا ہوتا تو یقیناً کچھ صحابہ ایسے ہوتے جو اس فیصلہ سے اتفاق نہ کرتے۔ اس سلسلے میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے کہ کسی نے حضرت عمرؓ کی اس سلسلے میں مخالفت کی ہو۔ یا کم از کم کوئی فتویٰ دیا ہو بلکہ اس کے برعکس صورت حال یہ تھی کہ نہ صرف صحابہ کرام بلکہ تابعین اور تبع تابعین بھی تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے رہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ریاست کی حدود کافی وسیع ہوگئی تھیں۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ادوار میں بھی کسی نے طلاق کے سلسلے میں اختلاف نہیں کیا۔ کیا طلاق ثلاثہ کے وقوع کے ثبوت کے لئے یہی بات کافی نہیں ہے؟ اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو ایک کی بجائے تین ہی قرار دیا تھا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اس کے برعکس تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت عمرؓ کو حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے کا اختیار حاصل تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دینے کے قائلین ایک طرف تو حضرت عمرؓ کی شخصیت کے حوالے سے ان کے قول کا جواز "ضرورت اور تعزیر" کے حوالے سے جائز ثابت کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف "تین" کو "ایک" قرار دینے کی اپنی آراء کا مفروضہ سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں پہلوؤں میں بہت بڑا بعد ہے۔ اس سلسلے میں چند سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے۔

۱۔ کیا حضرت عمرؓ کو قرآن و سنت کا فیصلہ بدلنے کا اختیار حاصل تھا؟

۲۔ کیا حضرت عمرؓ کے مصلحت/ضرورت/تعزیر کی تعبیر کو صحابہ کرامؓ نے

بلاچون و چرا تسلیم کیا تھا؟

۳- جو عورت اپنے شوہر کے لئے یکمشت تین طلاقوں کے بعد حلال تھی حضرت عمرؓ نے اسے جب یکدم حرام قرار دیا۔ کیا یہ بات فوری طور پر بغیر حجت کے تسلیم کرلی گئی؟

۴- حضرت عمرؓ کا فیصلہ اگر ضرورت / تعزیر / مصلحت پر مبنی تھا۔ تو اسے بدلنے کی ضرورت حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد میں یا بعد کے لوگوں میں سے کسی نے محسوس نہیں کی۔ اگر نہیں کی تو کیوں؟

۵- صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین میں سے بہت سارے فقہاء اور مفتیان کرام گزرے ہیں کیا ان میں سے کسی ایک نے بھی اس اہم معاملے میں اختلاف کیا ہے؟

۶- کیا حضرت عمرؓ نے ﴿ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا﴾ پر عمل درامد نہیں کیا؟ کیا حضرت عمرؓ نے ﴿فاحکم بینھم بما انزل اللہ﴾ کو نظرانداز کرکے اپنی ذاتی رائے نافذ کی؟

۷- کیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے زیادہ ﴿الطلاق مرتان﴾ کی منشاء کو سمجھنے والے بعد میں پیدا ہوئے؟

۸- کیا حضرت عمرؓ نے ﴿الطلاق مرتان﴾ کے حقیقی منشاء سے ہٹ کر حکم صادر فرمایا؟

یہ تمام سوالات حقیقت کے ادراک کے لئے کافی ہیں۔ احادیث کے مجموعی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ادوار میں طلاق کے وقوع سے متعلق کوئی اختلافی نقطہ نظر نہیں تھا۔ طلاق سے متعلق مختلف آراء اس وقت سامنے آئیں جب احادیث باقاعدہ طور پر مدون ہوئیں۔ اسی طرح طلاق سے متعلق مختلف روایات سامنے آئیں طلاق سے متعلق یہ اختلاف صرف روایت کی حد تک سامنے آیا عملی طور پر اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ جہاں تک حدیث ابن عباسؓ کی اس مخصوص روایت کو قبول کرنے کا تعلق

ہے۔ تو کسی روایت کو قبول کرنے کا اصول یہ ہے کہ راوی کا عمل اس کے خلاف ثابت نہ ہو حضرت ابن عباسؓ کے اپنے تمام فیصلے اس مخصوص روایت کے خلاف ہیں۔ ایسی صورت میں اس حدیث کی قبولیت کی کیا صورت ہوگی؟

دوسری طرف یہ کہنا کہ عہد رسالت میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں اگر ایسا ہی تھا تو یکمشت تین طلاقیں تو مسنون قرار پائیں۔ پھر مسنون کو بدعی کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے؟۔

حواشی و حوالہ جات

١- الدار قطنی، علی بن عمر السنن الدار قطنی، بیروت: ١٣٨٦ھ / ١٩٦٦ء،
٣/٤

٢- ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: ١٤١٠ھ / ١٩٩٠ء،
١٠/٢٢٧

٣- الرکبی، محمد بن أحمد بن بطال، النظم المستعذب فی شرح غریب المهذب
بهامشه المهذب للشیرازی، مصر: ٢/٧٧

٤- الشیرازی، أبو إسحٰق إبراهیم بن علی، المهذب فی فقه مذهب الإمام
الشافعی، مصر: ٢/٨١

٥- الشیرازی، المهذب، ٢/٨٣

٦- قرآن، ٢: ٢٢٩

٧- مالک بن انس، موطا، بیروت: ١٤٠٠ھ / ١٩٨٠ء، ص ٢١٥

٨- قرآن، ٢: ٢٣١

٩- الحاکم، امام، المستدرک: بیروت، ٢/٢٧٩

١٠- الشوکانی، محمد بن علی، نیل الأوطار، القاهره: ٦/٢٣٤

١١- علوی، خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور: ١٩٦٨ء ص ١٥٥

١٢- ابن عربی، أبی بکر محمد بن عبداللہ، أحکام القرآن طبعۃ الأولی، بیروت:
١٣٦٨ھ / ١٩٥٧ء، ١/١٩٠

١٣- قرطبی، محمد ابن أحمد الأنصاری، الجامع لأحکام القرآن، القاهره:
١٣٥٦ھ / ١٩٣٧ء، ٣/١٢٦

١٤- قرطبی، الجامع، ٣/١٢٩

۱۵- قرطبی، الجامع، ۸/۱۵۲

۱۶- نجم الدین، شرائع الإسلام، ایران: ۳/۲۰۹

۱۷- ابن القیم، حافظ، زاد المعاد فی ھدی خیرالعباد، بیروت: ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء، ۵/۲۵۰

۱۸- ابن القیم، زاد المعاد، ۵/۲۵۰

۱۹- الدار قطنی، السنن، ۴/۲۲۷، ابن القیم، زاد المعاد، ۵/۲۴۷

۲۰- قرآن، ۲:۲۳۱

۲۱- قرطبی، الجامع، ۳/۱۲۹

۲۲- الحاکم، المستدرک ۲/۱۹۶

۲۳- قرآن، ۱۷: ۲۷

۲۴- ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی، بیروت: ۱۰/۱۶۷

۲۵- قرآن، ۱۶:۴۴

۲۶- الدار قطنی، السنن، ۳/۶

۲۷- البیھقی، احمد ابن الحسین، السنن الکبری، ملتان: ۷/۳۳۹

۲۸- البیھقی، السنن، حیدرآباد: ۷/۳۳۶

۲۹- الدار قطنی، السنن، ۳/۷

۳۰- البخاری، محمد بن إسماعیل، جامع الصحیح، الریاض: ۱۵۵۵

۳۱- قرآن، ۹: ۶۲

۳۲- قرطبی، الجامع، ۱۸/۵۱ - ۱۵۰

۳۳- قرطبی، الجامع، ۳/۱۳۱

۳۴- الدارمی، ابو محمد، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، السنن الدارمی، مدینة المنورة: (۲۱۸۲)؛ الترمذی، السنن، ۱۰۹۷

۳۵- قرطبی، الجامع، ۳/۱۳۱

٣٦- قرطبی، الجامع، ٣/١٣١

٣٧- البیهقی، السنن، ٧/٣٣٩

٣٨- قرطبی، الجامع، ٣/١٢٩

٣٩- قرطبی، الجامع، ٣/١٢٩

٤٠- ابو داود، سنن، بیروت: ١٤٠٣ھ/١٩٨٩ء، ٢:٤١٤

٤١- ابو داود، سنن، ٢:٤١٤

٤٢- قرآن، ٤: ٦٥

٤٣- قرطبی، الجامع، ٥/٢٦٣ - ٢٦٤

٤٤- الخضری، محمد، تاریخ التشریع الإسلامی، مصر: ص ١٢٧-١٢٨

٤٥- الدارقطنی، السنن، ٤/٣

٤٦- قرآن، ٢: ٢١٣

٤٧- قرآن، ٦٥: ١ - ٢

٤٨- قرآن، ١: ٦٥

٤٩- قرطبی، الجامع، ١٨/١٤٨

٥٠- قرآن، ١ : ٦٥

٥١- البیهقی، السنن، ٧/٣٣١

٥٢- البیهقی، السنن، ٧/٣٣١ - ٣٣٢؛ الدارقطنی، السنن، ٤/١٣ - ١٤

٥٣- قرآن، ٢: ٦٥

٥٤- البهقی، السنن، ٧/٣٣٤

٥٥- البهقی، السنن، ٧/٣٣٠ - ٣٣١

٥٦- الدارقطنی، السنن، ٤/١٢

٥٧- قرطبی، الجامع، ١٨/١٥١

٥٨- الدارقطنی، السنن، ٢/٤٤٤

٥٩- بخاری، الصحیح، ١١٥١ - ١١٥٢

٦٠- البیهقی، السنن، ٧/٣٣٦

٦١- ابن حزم، المحلی، ١٠/١٦٨

٦٢- ابن الجوزی، أبی الفرج، صفوة الصفوة، بیروت : ١/٥٣٥

٦٣- ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، بیروت : ١/٤٦٧

٦٤- الخضری، تاریخ التشریح الإسلامی، ص ١٠٩

٦٥- الذهبی، حافظ، تذکرة الحفاظ، بیروت : ١/٦